بحث عرس بزرگان

اس بحث کے دو باب ہیں۔ پہلا باب عرس کے ثبوت میں۔ دوسرا باب مسئلہ عرس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

ثبوت عرس میں

عرس کے لغوی معنی ہیں شادی۔ اسی لئے دولہا اور دولہن کو عروس کہتے ہیں۔ بزرگان دین کی تاریخ وفات کو اس لئے عرس کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے کہ جب نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتا ہے تو کہتے ہیں: نم کنومة العروس التی لایوقظه الا احب اهلهٖ الیه o تو اس دولہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو عروس کہا۔ اس لئے وہ دن روز عرس کہلایا۔ یا اس لئے کہ وہ جمال مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین دکھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا اور وہ تو خلقت کے دولہا ہیں۔ تمام عالم ان ہی کے دم کی بہار ہے اور وصال محبوب کا دن عرس کا دن ہے لہٰذا یہ دن عرس کہلایا۔ عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی و صدقات کا ثواب پہچانا۔ اس اصل عرس کا ثبوت حدیث پاک اور اقوال فقہاء سے ہے۔ شامی جلد اول باب زیارت القبور میں ہے:

روی ابن ابی شیبة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یاتی قبور الشهداء باحد علٰی راس کل حول o

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

تفسیر کبیر اور تفسیر درمنثور میں ہے:

عن رسول اللہ علیه السلام انه کان یاتی قبور الشهداء علٰی راس کل حول فیقول سلم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعة هٰکذا کانوا یفعلون o

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے

اوران کوسلام فرماتے تھےاور چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۴۵ میں فرماتے ہیں:

دوم آنکہ بھیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوندو ختم کلام اللّٰہ فاتحہ برشیرینی و طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں کنندایں قسم معمول درزمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نہ بوداگر کسے ایں طور کنند باك نیست بلکہ فائدہ احیاء اموات را حاصل میشود۔

ترجمہ: دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن اور کھانے شیرینی پر فاتحہ کرکے حاضرین میں تقسیم کریں۔ یہ قسم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مروج نہ تھی۔لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں کو مردوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

زبدۃ النصاح فی مسائل الذبائح میں شاہ عبدالعزیز صاحب مولوی عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی علیہما الرحمۃ والرضوان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایں طعن مبنی است برجھل بہ احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ راھیچ کس فرض نمی داند آرے تبرك بقبور و امداد ایشاں بایصال ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آں است کہ آں روز ذکر انتقال ایشاں می باشد از دارالعمل بدارالثواب والا ھر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است۔

ترجمہ: یہ طعن لوگوں کے حالات سے خبر دار نہ ہونے کی وجہ سے ہے کوئی شخص بھی شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سوا کوئی فرض نہیں جانتا۔ہاں صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور ایصال ثواب اور تلاوت قرآن اور تقسیم شیرینی وطعام سے ان کی مدد کرنا اجماع علماء سے اچھا ہے۔عرس کا دن اس لئے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے۔ورنہ جس دن بھی یہ کام کیا جاوے اچھا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی مکتوب ۱۸۲ میں مولانا جلال الدین کو لکھتے ہیں:

اعراس پیراں برسنت پیراں بسماع و صفائی جاری دارند۔

ترجمہ: پیروں کا عرس پیروں کے طریقہ سے قوالی اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔

مولوی رشید احمد اشرف علی صاحبان کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب اپنے فیصلہ ہفت مسئلہ میں عرس کے جواز پر بہت زور دیتے ہیں، خود اپنا عمل یوں بیان کرتے ہیں:

''فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرو مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں۔اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔''

مولوی رشید احمد صاحب بھی اصل عرس کو جو جائز مانتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۲ میں فرماتے ہیں۔

''بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہو گئیں۔

مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے اہل عرب سے معلوم ہوا کہ عرب شریف کے لوگ حضرت سید احمد بدادی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں: خاص کر علماء مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے رہے۔جن کا مزار مقدس احد پہاڑ پر ہے۔غرضیکہ دنیا بھر کے مسلمان علماء صالحین خصوصاً اہل مدینہ عرس پر کاربند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ عرس بزرگان عمدہ چیز ہو تو اس لئے کہ عرس زیارت قبور اور صدقہ خیرات کا مجموعہ ہے۔ زیارت قبور بھی سنت، صدقہ بھی سنت تو دوسنتوں کا مجموعہ، حرام کیونکر ہوسکتا؟ مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ہم نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا۔ الا فـــزوروھـــاہ ''اب ضرور زیارت کیا کرو۔''اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہوا خواہ روزانہ ہو یا سال کے بعد اور خواہ تنہا زیارت کی جاوے یا کہ جمع ہو کر۔اب اپنی طرف سے اس میں قیود لگانا، کہ مجمع کے ساتھ زیارت کرنا منع ہے۔سال کے بعد مقرر کرکے زیارت کرنا منع ہے، محض لغو ہے۔معین کرکے ہو یا بغیر معین کیے، ہر طرح جائز ہے۔دوم اس لئے کہ عرس کی تاریخ مقرر ہونے سے لوگوں کے جمع ہونے میں آسانی ہوتی ہے اور لوگ جمع ہو کر قرآن خوانی، کلمہ طیبہ، درود پاک وغیرہ پڑھتے ہیں بہت سی برکات جمع ہو جاتی ہیں۔سوم اس لئے کہ ایک پیر کے مریدین اس تاریخ میں اپنے پیر بھائیوں سے بلاتکلف مل لیتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ چہارم اس لئے کہ طالبان

کو پیر تلاش کرنے میں آسانی ہے اگر عرس میں پہنچے تو وہاں مختلف جگہ کے بزرگان دین جمع ہوتے ہیں۔علماء وصوفیاء کا مجمع ہوتا ہے سب کو دیکھ کر جس سے عقیدت ہو اس سے بیعت کر لے۔آ خرج اور زیارت مدینہ منورہ بھی تاریخ مقررہ میں ہی ہوتے ہیں اس میں بھی گزشتہ فوائد ملحوظ ہیں۔ہم نے دیو بندی اکابر کی قبریں دیکھی ہیں نہ وہاں رونق، نہ کوئی فاتحہ خواں، نہ ان کو ایصال ثواب، نہ کسی کو ان سے اور نہ کسی سے ان کو فیض۔امور خیر بند کرنے کی یہ برکات ہیں۔

دوسرا باب

مسئلہ عرس پر اعتراضات و جوابات میں

اعتراض ا: جس کو تم بعد موت ولی سمجھتے ہو، اس کا عرس کرتے ہو تم کو کیا معلوم کہ یہ ولی ہے کسی کے خاتمہ پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مسلمان مرا یا بے دین ہو کر مرا۔پھر کسی مرے کی ولایت کیونکر معلوم ہوسکتی ہے؟ بڑے بڑے صالح کافر ہو کر مرتے ہیں۔

جواب: زندگی کے ظاہری احکام بعد موت جاری ہوتے ہیں اور جو زندگی میں مسلمان تھا بعد موت بھی اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ، کفن دفن، میراث کی تقسیم وغیرہ کی جاوے گی اور جو زندگی میں کافر تھا بعد موت نہ اس کی نماز جنازہ ہوگی، نہ گوروکفن، نہ تقسیم میراث، شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے فقط احتمال معتبر نہیں۔اسی طرح جو زندگی میں ولی ہو وہ بعد وفات بھی ولی ہے اگر محض احتمال پر احکام جاری ہوں تو کفار کی نماز جنازہ پڑھ لیا کرو شاید مسلمان ہو کر مرا ہو۔اور مسلمان کو بے جنازہ پڑھے آگ میں جلا دیا کرو کہ شاید کافر ہو کر مرا ہو۔نیز مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ ہ میں بروایت مسلم و بخاری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایک جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے تعریف کی فرمایا: وجبت ہ واجب ہوگئی۔دوسرا جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے برائی کی فرمایا: وجبت ہ واجب ہوگئی۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا واجب ہوئی؟ فرمایا: پہلے کے لئے جنت اور دوسرے کے لئے دوزخ۔پھر فرمایا: انتم شھداء اللہ فی الارض ہ "تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔" جس سے معلوم ہوا کہ عامۃ المسلمین جس کو ولی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ولی ہے۔مسلمانوں کے منہ سے وہ ہی بات نکلتی ہے جو اللہ کے یہاں ہوتی ہے اسی طرح جس کو ثواب جانیں، حلال جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی باعث ثواب اور حلال ہے کیونکہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں۔اسی کی حدیث نے تصریح فرمائی:

مارآہ المومنون حسنا فھو عنداللہ حسنo

ترجمہ: جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناسo (بقرۃ:۱۴۳)

ترجمہ: ہم نے تم کوامت عادلہ بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

مسلمان قیامت میں بھی گواہ اور دنیا میں بھی۔رب تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن سلام ودیگر بزرگوں کی گواہی پیش فرمائی۔کہ فرمایا: وشھد شاھد من بنی اسرآءیل علیٰ مثلہٖo (احقاف:۱۰) جب صالح مومنین کی گواہی سے نبوت ثابت کی جاسکتی ہے تو ولایت بدرجہ اولی ثابت ہوسکتی ہے۔اور جب اس گواہی سے سارے قرآن پاک کا ثبوت ہوسکتا ہے تو کسی شرعی مسئلہ کا ثبوت بدرجہ اولیٰ ہوگا؟

نوٹ ضروری: یہ سوال مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے نجدی امام نے کیا تھا۔ایک مجمع کے سامنے اس کا میں نے یہ ہی جواب دیا تھا۔جس پر اس نے کہا کہ یہ صحابہ کرام کے لئے تھا کہ وہ جس کے متعلق جو گواہی دیں ویسا ہی ہوجائے کیونکہ وہاں فرمایا ہے: انتمo ہم اس خطاب میں داخل نہیں۔کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے۔میں نے کہا: اسی مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے: وفی روایۃ المومنون شھدآء اللہ فی الارضo ''ایک روایت میں ہے کہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں زمین میں۔'' اس میں انتمo نہیں۔ونیز قرآن میں سارے احکام خطاب صیغہ سے آئے۔واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ o (بقرہ:۴۳) وغیرہ اور ہم قرآن کے نزول کے وقت نہ تھے لہٰذا ہم ان احکام سے بری ہیں۔یہ سب امور صرف صحابہ کرام کے لئے تھے؟ قرآن و حدیث کے خطبات قیامت تک کے مسلمانوں کو شامل ہوتے ہیں۔الحمدللہ کہ امام صاحب کو اس جواب پر غصہ تو آ گیا مگر جواب نہ آیا۔

اعتراض ۲: حدیث شریف میں ہے: لا تتخذوا قبری عیداo ''میری قبر کو عید نہ بناؤ۔'' جس سے معلوم ہوا کہ قبر پر لوگوں کا اجتماع کرنا، میلہ لگانا منع ہے کیونکہ عید سے مراد میلہ ہے اور عرس میں اجتماع ہوتا ہے میلہ لگتا ہے لہٰذا حرام ہے۔

جواب: یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ عید سے مراد ہے لوگوں کا جمع ہونا اور حدیث کے معنی ہیں کہ میری قبر پر جمع نہ

ہو،تنہا تنہا آیا کرو۔عید کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں۔مکانات کی زینت و آراستگی ہوتی ہے۔کھیل کود بھی ہوتے ہیں۔یہ ہی اس جگہ مراد ہے یعنی ہماری قبرانوار پر حاضر ہوتو باادب آؤ۔یہاں آکر شور نہ مچاؤ کھیل کود نہ کرو۔اگر قبر پر جمع ہونا منع ہے تو آج مدینہ منورہ کی طرف قافلے بھی جاتے ہیں۔اللھم ارزقناہ o بعد نماز پنجگانہ لوگ جمع ہوکر سلام عرض کرتے ہیں۔حاجی امداداللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس میں فرماتے ہیں: لا تتخذوا قبری عیدا o اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں اور زینت و آراستگی دھوم دھام کا اہتمام یہ ممنوع ہے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے ورنہ مدینہ طیبہ قافلوں کا جانا واسطے زیارت روضہ اقدس کے بھی منع ہوتا: وھذا باطل o پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً اجتماعاً دونوں طرح جائز ہے یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم ہماری قبر پر جلد جلد آیا کرو مثل عید کے سال بھر کے بعد ہی نہ آیا کرو۔“

اعتراض ۳: عام عرسوں میں عورتوں،مردوں کا اختلاط ہوتا ہے،ناچ رنگ ہوتے ہیں،قوالی گائی جاتی ہے۔غرضیکہ عرس بزرگان صدہا محرمات کا مجموعہ ہے اس لئے یہ حرام ہے۔

جواب: اس کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ کسی مسنون یا جائز کام میں حرام چیزوں کے مل جانے سے اصل حلال کام حرام نہیں ہوجاتا بلکہ حرام تو حرام رہتا ہے اور حلال حلال۔شامی بحث زیارت قبور کتاب الجنائز میں ہے:

ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات ومفاسد كا ختلاط الرجال بالنساء و غير ذالك لان القربات لاتترك لمثل ذلك بل على الانسان فعلها و انكار البدع قلت ويويده مامر من عدم ترك اتباع الجنازة وان كان معها نساء نائحات o

ترجمہ: زیارت قبور اس لئے نہ چھوڑ دے کہ وہاں ناجائز کام ہوتے ہیں جیسے کہ عورت مرد کا خلط،کیونکہ ان جیسی ناجائز باتوں سے مستحبات نہیں چھوڑے جاتے بلکہ انسان پر ضروری ہے کہ زیارت قبور کرے اور بدعت کو روکے۔اس کی تائید وہ گزشتہ مسئلہ کرتا ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑے اگرچہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والیاں ہوں۔

فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ میں بت تھے اور کوہ صفا و مروہ پر بھی بت تھے مگر بتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے نہ تو طواف چھوڑا اور نہ عمرہ،ہاں جب اللہ نے قدرت دی تو بتوں کو مٹا دیا،آج بازاروں میں ریل کے سفروں اور دنیاوی جلسوں میں عورتوں مردوں کا اختلاط ہوتا ہے خود حاجیوں کے جہازوں میں،بعض وقت طواف میں،منیٰ،مزدلفہ میں

اختلاط مرد و زن ہوجاتا ہے مگر ان کی وجہ سے اصل شی کو کوئی منع نہیں کرتا۔ دینی مدارس میں بھی اکثر اوقات بے احتیاطیاں ہوجاتی ہے مگر ان کی وجہ سے نفس مدرسہ حرام نہیں۔اسی طرح عرس ہے کہ عورتوں کا وہاں جانا حرام ہے، ناچ رنگ حرام ہیں لیکن ان کی وجہ سے اصل عرس کیوں حرام ہو۔ بلکہ وہاں جا کر ان جیسی ناجائز رسموں کو روکو، لوگوں کو سمجھاؤ۔ دیکھو جد ابن قیس منافق نے عرض کیا تھا کہ مجھے غزوہ تبوک میں شریک نہ فرمایے کہ روم و شام کی عورتیں خوبصورت ہیں اور میں عورتوں کا شیدائی ہوں۔ مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے مگر قرآن کریم نے اس عذر کی تردید یوفرمائی کہ: الا فی الفتنۃ سقطواo وان جھنم لمحیطۃ بالکفرین o (توبہ:۴۹) اس عذور ب نے کفر اور ذریعہ جہنم بتایا۔ دیکھو تفسیر کبیر وروح البیان یہ ہی عذر آج دیوبندی محض روکنے کے لئے کرتے ہیں۔

آج بیاہ شادی میں صدہا حرام رسمیں ہوتی ہیں جن سے مسلمان تباہ بھی ہوتے ہیں اور گنہگار بھی، لیکن ان رسوم کی وجہ سے کوئی نکاح کو حرام کہہ کر بند نہیں کرتا۔

قوالی جو آج کل عام طور پر مروج ہے۔جس میں گندے مضامین کے اشعار گائے جاتے ہیں اور فاسق اور امردوں کا اجتماع ہوتا ہے اور محض آواز پر رقص ہوتا ہے، یہ واقعی حرام ہے۔لیکن اگر کسی جگہ تمام شرائط سے قوالی ہو، گانے والے اور سننے والے اہل ہوں تو اس کر حرام نہیں کہہ سکتے۔ بڑے بڑے صوفیاء کرام نے خاص قوالی کو اہل کے لئے جائز فرمایا اور نااہل کو حرام۔اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ کتاب المناقب باب مناقب عمر میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایک لونڈی دف بجا رہی تھی۔ صدیق اکبر آئے تو وہ بجاتی رہی، عثمان غنی آئے بجاتی رہی مگر جب فاروق اعظم آئے رضی اللہ عنہم اجمعین۔تو دف کو اپنے نیچے ڈال کر بیٹھ گئی۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! تم سے شیطان خوف کرتا ہے۔سوال یہ ہے کہ یہ دف بجانا شیطانی کام تھا یا کہ نہیں۔ اگر تھا تو کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر و عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے شیطان نے خوف نہ کیا اور اس میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت کیوں کی؟ اور اگر شیطانی کام نہ تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کے کیا معنی؟ جواب وہ ہی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے آنے سے قبل یہ ہی کام شیطانی نہ تھا ہوتا رہا۔اور فاروق اعظم کے آتے ہی شیطانی بن گیا بند ہوگیا۔اسی لئے صوفیاء کرام نے اس پر چھ شرطیں لگائی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجلس میں کوئی غیر اہل نہ ہو۔ ورنہ شیطان کی اس میں شرکت ہوگی جیسے کہ مجلس طعام میں اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کردے تو شیطان بھی اس میں شریک ہوجاتا ہے اس سے لازم یہ نہیں کہ حضرت

فاروق کا درجہ کچھ کم ہے بلکہ صحابہ کرام کے مشرب علیحدہ علیحدہ ہیں۔بعض پر اتباع غالب بعض پر جذبہ،محبت غالب اس لئے اثرات مختلف تھے اگر کوئی غوث یا قطب بغیر بسم اللہ کھانے میں شرکت کریں تو ان میں شیطان کی شرکت ہوجاتی ہے اس سے اس غوث کی توہین نہیں ہوتی۔

شامی جلد پنجم کتاب الکراہیت فصل فی اللبس سے کچھ قبل ہے:

الة اللهو ليست محرمة لعينها بل بقصد اللهو منها الآترىٰ ان ضرب تلك الألة بعينها احل تارة و حرم اخرى و فيه دليل لسادتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار کی لايحرم بركتهم فانهم السادة الاخيارo

تفسیر احمدیہ زیر آیت ومن الناس من يشترى لهو الحديثo (لقمان:٦) میں اس قوالی کی بہت تحقیق فرمائی۔آخر فیصلہ فرمایا کہ قوالی اہل کے لئے حلال ہے اور نا اہل کو حرام۔پھر فرماتے ہیں:

وبه ناخذ لانا شاهدنا انه نشآء من قوم كنوا عارفين بالله و محبين لرسول الله و كانوا معذورين لغلبة الحال و يستكثرون السماع للغناء و كانوا يحسبون ذٰلك عبادة اعظم وجهادا اكبر فيجل لهم خاصة انتهى ملخصاo

حاجی امداداللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس قوالی کے متعلق فرماتے ہیں:

''محققین کا قول یہ ہے اگر شرائط جواز جمع ہوں اور عوارض مانع مرتفع ہوجایں تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔''

مولوی رشیداحمد صاحب فتاویٰ رشیدیہ جلد کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ٦١ پر فرماتے ہیں:

''بلامزامیر راگ کا سننا جائز ہے۔اگر گانے والا محل فساد نہ ہو اور مضمون راگ کا خلاف شرع نہ ہو اور موافق مسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں۔''

خلاصہ یہ ہوا کہ قوالی اہل کے لئے شرائط کے ساتھ جائز ہے اور بلا شرائط اور نا اہل کے لئے حرام ہے۔قوالی کی شرائط علامہ شامی نے اسی کتاب الکراہیۃ میں چھ بیان فرمائے ہیں: (١)۔مجلس میں کوئی امرد،بے داڑھی کا لڑکا نہ ہو۔ (٢)۔ساری جماعت اہل کی ہو،اس میں کوئی نا اہل نہ ہو۔ (٣)۔قوال کی نیت خالص ہو،اجرت لینے کی نہ ہو۔(٤)۔لوگ بھی کھانے اور لذت لینے کی نیت سے نہ جمع ہوں۔(٥)۔بغیر غلبہ کے وجد میں کھڑے نہ ہوں۔ (٦)۔اشعار خلاف شرع نہ ہوں۔اور قوالی کا اہل وہ ہے کہ اس کو وجد کی حالت میں اگر کوئی تلوار مارے تو خبر نہ ہو بعض

صوفیاءفرماتے ہیں کہ اہل وہ ہے کہ اگر سات روز تک اس کو کھانا نہ دیا جاوے۔پھر ایک طرف کھانا ہو اور دوسری طرف گانا تو کھانا چھوڑ کر گانا اختیار کرے۔ہماری اس گفتگو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج کی عام قوالیاں حلال ہیں یا عام لوگ قوالی سنیں، بلکہ ہم نے بہت سے مخالفین کو سنا کہ وہ اکابر صوفیاءعظام کو محض قوالی کی بنا پر گالیاں دیتے ہیں اور قوالی کو مثل زنا کے حرام کہتے ہیں۔اس لئے عرض کرنا پڑا کہ خود تو قوالی نہ سنو مگر اولیاءاللہ جن سے سماع ثابت ہے ان کو برا نہ کہو۔ قوالی ایک درد کی دوا ہے جس کو درد ہو وہ پیے جس کو نہ وہ بچے،حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نہ **ایں کارمی کنم** (نہ میں یہ کام کرتا ہوں اور نہ انکار کرتا ہوں)۔میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے خود سنا کہ حدیث میں چونکہ گانے کی برائیاں آگئیں۔لہٰذا اس کے مقابل خواجہ اجمیری و امام غزالی کے قول کا اعتبار نہیں، یہ سب فاسق تھے۔ معاذ اللہ ان کلمات سے دکھ پہنچا۔مختصر یہ مسئلہ لکھ دیا۔

اعتراض۴: اگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ حلال کام میں حرام مل جانے سے حلال حرام نہیں بن جاتا۔تو تعزیہ داری بت پرستوں کے میلے،کھیل تماشے،سینما تھیٹر وغیرہ سب جائز ہوئے کہ ان میں کوئی نہ کوئی کام جائز بھی ہوتا ہے وہاں بھی یہ ہی کہو کہ یہ مجمع حرام نہیں بلکہ ان میں جو برے کام ہیں وہ حرام ہیں، جو جائز ہیں وہ حلال، نیز فقہاءفرماتے ہیں کہ جس ولیمہ میں ناچ رنگ دسترخوان پر ہو وہاں جانا منع ہے حالانکہ قبول دعوت سنت،مگر حرام کام کے ملنے سے حرام ہوگئی۔اسی طرح عرس بھی ہے،مخالفین کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب: ایک تو ہے حرام کا فعل حلال میں شامل ہونا۔ایک ہے اس میں داخل ہونا جہاں فعل حرام اس کا جز بن جاوے کہ اس کے بغیر وہ کام ہوتا ہی نہ ہو اور اگر ہوتا ہو تو اس کا یہ نام نہ ہو۔اس صورت میں حرام کام حلال کو بھی حرام کر دے گا۔اگر فعل حرام اس طرح جز ہو کر داخل نہ ہو گیا ہو بلکہ کبھی اس میں ہوتا ہو اور کبھی نہیں،جس کو خلط کہتے ہیں تو یہ حرام اصل حلال کو حرام نہ کر دے گا جیسے کہ پیشاب کپڑے میں لگ گیا اور پانی میں پڑ گیا، کپڑے کا جز نہ بنا، پانی کا جز بن گیا۔تو احکام میں بہت فرق پڑ گیا۔نکاح،سفر، بازار وغیرہ میں محرمات شامل ہو جاتے ہیں مگر ان کا جز نہیں سمجھے جاتے کہ ان کے بغیر اس کو نکاح ہی نہ کہا جاوے اور تعزیہ داری میں اسراف، باجے، ناجائز میلے اس طرح جز بن کر داخل ہوئے کہ کوئی تعزیہ داری وغیرہ اس سے خالی نہیں ہوتی اور اگر خالی ہو تو اس کو تعزیہ داری نہیں کہتے۔اگر کوئی شخص کربلا معلیٰ کا نقشہ بنا کر گھر میں رکھ لے، نہ تو زمین میں دفن کرے نہ یہ محرمات ہوں تو جائز ہے کیونکہ غیر جاندار کی تصویر بنانا مباح ہے الحمدللہ کے عرس میں ناچ گانا وغیرہ داخل نہیں ہوا بہت سے عرس ان محرمات سے خالی ہوتے ہیں اور ان کو

عرس ہی کہا جاتا ہے۔سرہند شریف میں مجدد الف ثانی صاحب رضی اللہ عنہ کا عرس بالکل محرمات سے خالی ہوتا ہے۔عام طور پر لوگ حضرت آمنہ خاتون ،سیدنا عبداللہ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کا عرس کرتے ہیں۔صرف مجلس وعظ اور تقسیم طعام شرینی ہوتی ہے۔نیز ہر دعوت قبول کرنا سنت نہیں، نابالغ بچہ کی دعوت،اہل میت کی مروجہ عوت،اغنیاء کو جس کے یہاں صرف حرام کا ہی مال ہو اس کی دعوت قبول کرنا نا جائز ہے۔اسی طرح جس ولیمہ میں ناچ ورنگ خاص دسترخوان پر ہو اس کا قبول کرنا منع ہے۔بخلاف زیارت قبور کے کہ وہ بہر حال سنت ہے۔لہٰذا حرام کام کے اخلاط سے دعوت تو سنت ہی نہ بنی اور زیارت قبور چونکہ مطلقاً سنت تھی وہ حرام نہ ہوئی جیسے کہ شرکت دفن بہر حال سنت ہے۔تو اگر وہاں محرمات ہوں تو اس سے یہ سنت حرام نہ ہوگی بہت باریک فرق ہے،خیال رکھنا چاہیے۔